قسط نمبر ۵

اسرائیل

میاں انوار اللہ

یہودی منصوبے کا دوسرا مرحلہ:

فلسطین پر انگریزوں کے قبضے اور ''اعلان بالفور'' سے یہودی منصوبے کا پہلا حصہ 1880ء تا 1917ء مکمل ہوگیا اس کے بعد دوسرے منصوبے پر عمل شروع ہوا۔ برطانیہ اور فرانس نے اس میں صہیونی ایجنٹ کا کردار ادا کیا۔ 1922ء کی فلسطینی مردم شماری کے مطابق مسلمان عرب 60,641، عیسائی عرب 71,464 اور یہودی 82,790 تھے۔ لیگ آف نیشنز نے برطانیہ کو بڑی بے شرمی سے ہدایت کی ''فلسطین کو یہودی قومی وطن بنانے میں ہر طرح مدد کرے، صہیونی تنظیم کو سرکاری طور پر نظم و نسق میں شریک کرے۔'' جبکہ دوسرے باشندوں کے بارے میں صرف اتنا کہا گیا کہ ''ان کے مذہبی اور سول (CIVIL) حقوق کا تحفظ کیا جائے''۔ ''سیاسی حقوق'' کا ذکر دانستہ چھوڑ دیا گیا۔

برطانیہ کا سیاہ کارنامہ:

برطانیہ کی یہودی حمایت کی وجہ سے یہودی دھڑا دھڑ فلسطین آ کر آباد ہوتے گئے۔ فلسطین کا پہلا برطانوی ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیموئیل یہودی تھا۔ صہیونی تنظیم کو عملاً حکومت میں شامل کر کے تعلیم، زراعت، بیرون ممالک سے یہودیوں کے فلسطین میں داخلے، سفر اور قومیت کے اہم معاملات اس تنظیم کے حوالے کر دیے۔ یہودی آبادکاروں کو ہر قسم کے قرضے بافراط دیے گئے، جبکہ عربوں پر بھاری ٹیکس لگا کر عدالتوں سے ان کی زمینیں ضبط کرنے کی ڈگریاں حاصل کر کے اپنے آبائی وطن میں بے وطن کر دیا گیا۔ صرف ایک علاقے میں 8,000 عرب کاشتکار اور زرعی کارکنوں کو حکماً بے دخل کر کے انہیں صرف فی کس 3.50 پونڈ معاوضہ دے کر چلتا کر دیا گیا۔ ان مظالم سے 17 سال کی مدت میں یہودی آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ ان کی تعداد 82,790 سے بڑھ کر 1939ء میں 4,50,000 سے زیادہ ہوگئی۔

دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کے مظالم سے تنگ آ کر لاتعداد یہودی فلسطین آ گئے۔ انکی مسلح تنظیمیں بن گئیں، جنہوں نے مار دھاڑ کر کے عرب مسلمانوں کو فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔ انگریز کے کنٹرول میں ہی فلسطین میں یہودیوں کو ہتھیاروں اور اسلحے کی سپلائی جوبن پر رہی۔ اس طرح 1917ء سے 1947ء تک یہودی منصوبے کا دوسرا مرحلہ مکمل ہوگیا۔ اب

یہودی اِس قابل ہوگئے کہ 30 سال میں فلسطین کو ''یہودی قومی وطن'' بنا کر اپنی قومی ریاست قائم کرلیں۔

فلسطین کی بندر بانٹ.

نومبر 1947ء میں برطانیہ نے مسئلہ فلسطین اقوام متحدہ میں پیش کردیا۔ جنرل اسمبلی نے فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ دے دیا۔ یہ فیصلہ بھی امریکہ کی بھاگ دوڑ کا نتیجہ تھا۔ جیمز فوریسٹال اپنی ڈائری میں لکھتا ہے ''اس معاملے میں دوسری قوموں پر دباؤ ڈال کر جو ووٹ تقسیم فلسطین کے لیے حاصل کیے گئے، وہ شرمناک کارروائی تھی''۔ اس تقسیم (بندر بانٹ) کے ذریعے 33 فیصد غاصب یہودیوں کو کُل فلسطین کا 55 فیصد علاقہ دے دیا گیا، جبکہ 67 فیصد عرب آبادی کو ارض فلسطین کا صرف 45 فیصد علاقہ ملا۔ حالانکہ بوقت تقسیم بھی فلسطین کی زرعی زمین کا صرف 6 فیصد یہودی کاشتکاروں کے پاس تھا۔

یہودیوں نے اس بندر بانٹ کے بعد بھی مار دھاڑ کا بازار گرم رکھا، اور فلسطین کا مزید علاقہ ہتھیانے کی پالیسی پر عمل پیرا رہے۔ چنانچہ آرنلڈ ٹائن بی کہتا ہے: ''یہودیوں نے فلسطین میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے، وہ کسی طرح بھی ان مظالم سے کم نہ تھے، جو جرمنی میں نازیوں نے خود یہودیوں پر توڑے۔'' دیریاسین میں 9 اپریل 1947ء کو عربوں کا قتل عام کیا گیا، عرب خواتین کا بے پردہ جلوس سڑکوں پر نکالا گیا، یہودی ذرائع نے لاؤڈ سپیکر نصب کرکے اس جلوس کی خوب تشہیر کی۔ اس سے بہت بڑی تعداد میں عرب، خوف کے عالم میں فلسطین چھوڑ گئے۔

14 مئی 1948ء کو جب اقوام متحدہ میں فلسطین کے مسئلہ پر بحث ہورہی تھی، یہودی ایجنسی نے امریکہ کی آشیرباد سے رات 10 بجے ''اسرائیل'' کے معرض وجود میں آنے کا باقاعدہ اعلان کردیا۔ امریکہ اور روس نے فوراً اسرائیل کو تسلیم کرلیا، اس وقت تک جبر وتشدد سے 6,00,000 سے زیادہ عربوں کو فلسطین بدر کیا جاچکا تھا۔ اردگرد کے عرب ممالک نے فلسطین میں اپنی فوجیں داخل کردیں، لیکن یہ متحدہ افواج، اسرائیل کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔

نومبر 1948 میں (U.N.O) نے جنگ بندی کا فیصلہ دے دیا، تو اس وقت اسرائیل ارض فلسطین کے 77 فیصد علاقے پر قبضہ جما چکا تھا۔ مغربی ممالک اور کمیونسٹ ممالک نے اسرائیل کی خوب مدد کی۔ چیکوسلواکیہ نے سب سے زیادہ اسلحہ اسرائیل کو فراہم کیا۔

یہودی منصوبے کا تیسرا مرحلہ:

19 سال کے دوران جون 1967ء کی جنگ میں بیت المقدس اور باقی ماندہ فلسطین، جزیرہ نمائے سینا اور شام

کی گولان پہاڑیوں پر اسرائیلی قبضے سے اس ظالمانہ منصوبے کا تیسرا حصہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

نومبر 1948ء میں اسرائیل کا رقبہ 7,993 مربع میل تھا، اس میں 27,000 مربع میل کا اضافہ ہوا۔ جون 1967ء کی جنگ کے بعد اسرائیل کا رقبہ 34,993 مربع میل ہوگیا، چودہ پندرہ لاکھ عرب یہودیوں کے غلام بن گئے۔ ان 19 سالوں میں اسرائیل کو امریکی امداد ایک ارب ساٹھ کروڑ ڈالر (1,60,00,00,000) تھی۔ امریکہ نے اسرائیل کو جرمنی سے بیاسی کروڑ، بیس لاکھ (82,20,00,000) ڈالر تاوان دلوایا۔ یہودیوں نے ذاتی طور پر اسرائیل کو دو ارب (2,00,00,00,000) ڈالر سے زیادہ چندہ دیا۔ جون 1967ء کی جنگ کے بعد جنرل اسمبلی کا اجلاس ہونے والا تھا، کہ اسرائیلی وزیر اعظم لیوی اشکول نے علی الاعلان کہا: ''اگر اقوام متحدہ کے 122 ممبروں میں سے 121 بھی ہمارے خلاف فیصلہ دے دیں، اور تنہا اسرائیل کا اپنا ووٹ ہی ہمارے حق میں ہو، تب بھی ہم اپنے مفتوحہ علاقوں سے نہیں نکلیں گے''۔ امریکہ تو یہودیوں کے پنجے میں اس قدر جکڑا ہوا ہے، کہ چند سال پیشتر عیسائیوں کے پوپ نے یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا (نام نہاد) قتل معاف کر دیا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ دور حاضر کے نصرانیوں کو اپنے پیغمبر سے کہیں بڑھ کر یہودی عزیز ہیں۔)

جون 1967ء کی جنگ میں اسرائیل کو امریکی تحفظ:

جنگ سے ایک ہفتہ پہلے امریکی فوج کے جوائنٹ چیف آف سٹاف کے پریذیڈنٹ جنرل وھیلر نے امریکی صدر جانسن کو یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر اسرائیل فضائی حملوں میں سبقت لے جائے، تو تمام عرب تین چار دن میں ہتھیار ڈال دیں گے۔ صدر جانسن نے روس سے عربوں کی مدد نہ کرنے کا وعدہ لے لیا۔ اسی بنا پر امریکی چھٹا بحری بیڑہ مصر و اسرائیل کے ساحل پر الرٹ تھا، جبکہ روس عربوں کو طفل تسلیاں دیتا رہا۔

یہودی منصوبے کا چوتھا مرحلہ:

اس منصوبے سے براہ راست عالم اسلام کو سابقہ درپیش ہے۔ اس کے دو اجزاء ہیں:

(1) ''مسجد اقصیٰ اور قبہ صخرہ کو گرا کر ہیکل سلیمانی کو از سر نو تعمیر کرنا'' لیکن امریکہ اور یہودی اس لیے گریزاں ہیں کہ اس کے نتیجے میں عالم اسلام کی تجارتی منڈی ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہے۔

(2) ''میراث کے ملک پر قبضہ'' اسرائیلی پارلیمنٹ کی پیشانی پر جلی حروف میں یہی الفاظ کندہ ہیں۔

اس منصوبے کی تفصیل صہیونی تحریک کے جاری کردہ نقشے میں درج ہے۔اس میں دریائے نیل تک مصر، پورا اردن پورا شام، پورا لبنان، عراق کا بڑا حصہ اور ترکی کا جنوبی حصہ شامل ہے۔اب ذرا جگر تھام کر سنیئے! مدینہ منورہ تک حجاز کا سارا بالائی علاقہ بھی شامل ہے۔مسلم دنیا اگر اسی طرح غفلت کی نیند سوتی رہی اور امریکہ و برطانیہ سے کئے گئے دفاعی معاہدوں پر مطمئن رہے تو چہ عجب (خاکم بدہن) ہمیں وہ دن دیکھنا پڑے، جب اسرائیل اس مقصد میں کامیاب ہو جائے!!!

دنیا میں گمراہی کی جو بھی تحریک اٹھی، اس کے پس پردہ یہودی ذہن اور سرمایہ رہا ہے۔اشتراکی تحریک بھی یہودی دماغ کی پیداوار ہے۔اشتراکیت کی گمراہی کا دوسرا بڑا استون ''فرائڈ'' کا فراڈ فلسفہ ہے، یہ بھی یہودی تھا۔دجل وفریب میں یہود کا کوئی ثانی نہیں۔جب تک امریکی مست ہاتھی کا فیل بان یہودی مکار لومڑی ہے نہ صرف فلسطینی مسلمان، بلکہ عالم اسلام اور اس سے آگے تمام انسانیت ظلم کی چکی میں پستی رہے گی۔

14 مئی 1948ء کو دھونس ودھاندلی سے دنیا کے نقشے پر جنم لینے والا ملک اسرائیل اعلانیہ ''ریاستی دہشت گردی'' کا خوگر اور ظلم واستبداد کی جرأتِ رندانہ کا پیکر ہے۔ایک خاص منصوبے کے تحت اسرائیل فلسطین کے آبی ذرائع پر کنٹرول کر کے فلسطینی عوام کی دو اہم زرعی اجناس زیتون اور انگور کو شدید نقصان پہنچا رہا ہے۔اس معاشی محاصرے سے فلسطینی معیشت کو تقریباً 18,00,00,00,000 ڈالر کا سالانہ نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔امریکی گن شپ ہیلی کاپٹر اور میزائل، برطانوی ٹینک اور جدید ترین ہتھیاروں سے اسرائیل بہیمانہ انداز میں فلسطینیوں کی نسل کشی کی پالیسی پر گامزن ہے۔فوجی لحاظ سے اسرائیل علاقے کا طاقتور ترین ملک ہے، امریکی آشیرباد اور عالم اسلام کا انتشار اسرائیل کو بے لگام کئے جا رہا ہے۔بقول شاعر:

حرم سَرا کی حفاظت کو تیغ ہی نہ رہی   تو کام دیں گی یہ چلمن کی تیلیاں کب تک

اسرائیل کی گھٹی میں روزِ اول سے دجل وفریب ہی ہے۔برادران یوسف کا سفاکانہ سلوک، پھر خود مصنوعی آنسو بہانا یہاں سے لے کر آج تک یہود کی تاریخ مکر وفریب، عہد شکنی اور احسان کے بدلے ظلم سے عبارت ہے۔

ان کا واحد علاج یہ ہے: ''کلما خرجت العقرب فالنعل حاضرة'' ''جب بھی بچھو بل سے باہر نکلے، تو جوتا حاضر ہے۔''

مسلم ممالک کا اتحاد اسرائیلی مظالم کے توڑ کے لیے وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔کاش کہ ہم شاعر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماٹو اپنائیں۔''ہم وہ وارفتگانِ مئے اَلَست ہیں، کہ ہماری ایک ہی ضرب دماغ پلپلا کر دیتی ہے، دوست دوست کو بھول جاتا ہے۔دریائے مرگ میں تیرنا ہمارا کام ہے''۔ (عبداللہ بن رواحة رضی اللہ عنہ)